

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

فکر آخرت

دارالعمل کا رونا نافع اور دارالجزاء کا رونا بیکار ہے:

عن انس عن النبی ﷺ قال یا ایہا الناس ابکوا فان لم تستطعوا
فتباکوا فان اهل النار یبکون فی النار حتی تسیل دموعہم فی وجوہہم کالہا
جد اول حتی ینقطع الدموع فتسیل الدما فتقرح العیون فلو ان سفناً ازجیت فیہا
لجرت۔ (رواہ فی الشرح النہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا لوگو! خدا کے خوف سے روؤ اگر رونا
اختیار میں نہ ہو یعنی اگر رونا نہ آئے تو بہ تکلف روؤ۔ رونے والے کی شکل بناؤ۔ ان احوال کا تصور کرو جو خوف خداوندی
سے رلا دے اور رقت طاری کرے حقیقت یہ ہے کہ دوزخی جہنم میں روئیں گے اور ان کے آنسو خون بن کر ان کے
رخساروں پر اس طرح بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں اور جب ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون کا بہنا شروع ہو جائے
گا۔ اور آنکھیں لہو لہان ہو جائیں گی ان کی آنکھوں سے بہنے والا خون اور آنسوؤں کی زیادتی اس انداز سے ہوگی کہ اگر
ان کے آنسوؤں کے بہاؤ میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو وہ بھی چلے لگیں گی۔

یعنی یہ دنیا جو کہ دارالعمل ہے اس میں اللہ کے سامنے جتنا رویا جائے کارآمد اور بخشش کا ذریعہ ہے اور غافل رہ
کر خواب غفلت میں اپنے عقائد و اعمال بد کی طرف توجہ ہی نہ دی اور نہ اس سے تائب ہونے اور مغفرت کے لئے
رجوع الی اللہ کی تو اس دار فانی سے دارالجزاء منتقلی کے بعد اگر اپنے جرائم پر سزا کو دیکھ کر روئیں۔ بلکہ آنسوؤں کی بجائے
آنکھوں سے خون کا سمندر بھی اٹھ آئے تو پھر نہ بخشش ہے اور نہ رونے سے عذاب الہی میں کمی۔ کیونکہ اللہ کی بیعت و
عظمت کے پیش نظر آنکھوں سے رونے کی صورت میں قطروں کا بہنا اللہ کے نزدیک بہترین عمل ہے اور عمل کی جگہ دنیا
ہے جزاء و سزا کا مرتب ہوتا ہے نہ کہ آخرت وہ تو یوم الجزاء ہے جس میں دنیا میں رہتے ہوئے اعمال پر بدلہ ملتا ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا خوف خدا:

حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ جن کو حضور ﷺ نے زندگی میں جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ جنتیوں کی ایک

جماعت کا سردار بنایا۔ اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں بہترین مقام حضرت صدیق اکبرؑ کا ہے۔ اتنے مناقب کے باوجود خوف خدا کا یہ حال کہ فرمایا کرتے تھے کہ میں انسان کی بجائے درخت ہوتا جسے کاٹنے کے بعد جلا کر ختم کر دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کہ کاش میں گھاس ہوتا کہ جانور اسے کھا لیتے۔ کسی جنگل میں گزرتے ہوئے ایک جانور کو دیکھا جو سائے میں بیٹھ کر آرام سے سانس لے رہا تھا فرمایا کہ کس قدر مزے میں ہے یہ جانور کھانا پیتا ہے۔ درخت کے سایہ میں بے فکر محو آرام ہے اور آخرت میں اسے جانور تجھ سے کوئی حساب لینا نہیں۔

امیر المومنین عمر فاروقؓ کا خوف خدا:

امیر المومنین فاروق اعظمؓ حضرت عمر بن خطابؓ کا کثیر ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرماتے، کاش میں بھی ایک تنکا ہوتا۔ یہ وہ عظیم المرتبت اللہ و رسول کا شیدائی ہے کہ اس کے نام سے اُس دور کی قیصر و کسریٰ جو سپر طاقتیں تھیں اپنے محلات میں بیٹھ کر بھی کانپتے تھے۔ جب رعایا کی حالت معلوم کرنے کیلئے ایک رات دورے پر نکلے ایک بے سہارا عورت اور اس کے بچوں کو بھوک سے نڈھال حالت میں دیکھا کہ ماں نے بچوں کی تسلی کے لئے پانی کو آگ پر چڑھایا ہوا ہے تو خود بیت المال جا کر آٹا و دیگر ضروریات سے بوری بھر کر اپنی کمر پر لادنے کا حکم دیا۔ خدام نے سامان خود لے جانے پر اصرار کیا۔ مگر اس بندہ خدا کا جواب تھا کہ روز قیامت ہر کسی کو اپنا اپنا بوجھ خود اٹھانا ہے اور قیامت کے دن مجھ سے ہی اس لاچار و بے سہارا عورت کی بھوک و افلاس کا پوچھا جائے گا نہ کہ خدام سے۔

ام المومنین سیدہ عائشہؓ کا خوف خدا:

رحمۃ للعالمین کی سب سے پسندیدہ بیوی ام المومنین عائشہؓ نے اپنے حصہ کی ہزاروں روپے کی غنیمت اپنی کینز کے ہاتھ ایک ہی وقت میں حاجتمندوں کے ہاں تقسیم کر کے خود بھوک رہتی ہیں۔ خالق کائنات نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ان کی برأت میں کئی آیات کا نزول فرمایا، روح الامین جبریلؑ ان کی خدمت میں حضورؐ کے ذریعہ سلام پیش کر رہے ہیں۔ اہم مسائل اور احکام شرعیہ میں اجلہ صحابہ ان کی طرف رجوع کر کے عائشہؓ کے فقہانہ دینی سے استفادہ کرتے۔ ان تمام کمالات و عبادات کے ہوتے ہوئے بھی تمنا کرتیں کہ کاش میں درخت کا پتا ہوتی کہ روز حساب اپنے اعمال کی جواب دہی کے دل دہلانے والے لمحات سے محفوظ رہتی۔ یہی ہے وہ خوف خدا جس نے ان مقدس و برگزیدہ ہستیوں کو تمام عمر چین اور سکھ سے جھینے نہیں دیا۔

جب خلوت میں خوف خدا رفیق ہو:

ورجل دعتہ امرأة ذات حسب و مال فقال انی اخاف الله۔

ترجمہ: وہ شخص جس کو کوئی حسین و شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہے کہ تمہاری قربت سے اللہ کا ڈر

مانع ہے۔

تقویٰ کا مطلب یہ نہیں کہ انسان صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کر کے اپنے کو فلاح یافتہ مسلمان سمجھے بلکہ اس کا اپنے دل میں اللہ کا خوف جاگزیں و مستحکم کرنا ہے کہ میری ہر حرکت و عمل کا اللہ کے دربار میں محاسبہ ہوگا۔ حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ، کوتاہی کی صورت میں سب کے لئے رب العالمین کے سامنے جوابدہی کرنی ہوگی۔

ووجدوا ما عملوا حاضرا۔ فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره۔ ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره۔ جیسے واضح اور محکم ارشادات ربانی کے مطابق ذرہ ذرہ کو پیش ہونا ہی ہے اور یہ خوف غلو و جلوت میں ساتھ رہے کہ مجھے ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہی ہے جس کے بعد عالم برزخ یعنی قبر کا مرحلہ شروع ہو کر تکبر و منکر سے اللہ و رسول ﷺ کے بارہ میں سوالات کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے بعد قبر ہی سے روضۃ من ریاض الجنۃ یا حفرۃ من حفر النار کے مکافات عمل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس طویل ترین دور کا خاتمہ یہاں نہیں بلکہ قبر سا اٹھ کر بادشاہوں کے بادشاہ کے سامنے حاضر ہو کر اس کے بے پناہ انعامات کے صلہ میں اپنے ہر عمل کا حساب چکانا ہے۔ آگ و خون کو عبور کرنے کا سخت ترین مرحلہ تو پل صراط کو پار کرنے کا ہے پھر کچھ معلوم نہیں کہ نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں پکڑا کر جنت کا پروانہ ملتا ہے یا ایسے ہاتھ میں ملتا ہے جو جہنم و عذاب ابدی میں داخلے کا وارنٹ ہے۔

صحابہ کرامؓ اور خوف خدا:

خوف خدا کا جو مظاہرہ حضور ﷺ کے برگزیدہ ساتھیوں یعنی صحابہ کرامؓ کے افعال و اعمال سے معلوم ہوتا ہے اس میں آج کے برائے نام مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اسلام کے وہ درخشندہ ستارے جن کو زندگی میں ہی جنت کی بشارتوں سے نوازا گیا ان کی پوری زندگیاں اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت، دینی کی سربلندی کے لئے وقف تھیں اور اس راہ میں ایسے مصائب کے پہاڑ ہر ایک پر ٹوٹے کہ آج کے دور میں ان کا تصور بھی بدن پر رونگٹے کھڑے ہونے کے لئے کافی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضور کے ان شیدائیوں کا ہر فرد خوف خدا کے جذبہ سے لبریز تھا۔ یہ صرف ”مشت نمونہ خروار“ کے طور پر تین صحابہ کا ذکر ہوا۔

خوف خدا کی برکات:

اگر اسی ایک جذبہ ”خوف خدا“ کو آج اپنایا جائے تو مسلمانوں کی زبوں حالی، دینی لحاظ سے پستی و انحطاط پر مکمل طور سے قابو پا کر ہم ایک بار پھر ایک دیندار و فاشعار اور دنیا کے نقشے پر فاتح و غالب قوم کی حیثیت سے ابھر سکتے ہیں۔ مگر اس کے لئے اولین شرط یہ کہ ہم میں سے ہر مسلمان اپنے قول و فعل سے پہلے فرمان الہی و لتنظر نفس ما قدمت لغد کے مطابق سوچے کہ میرے ہر عمل کا کل مجھے خدا کے سامنے جواب دینا ہے۔ اور ”خوف خدا“ کی یہ بہترین صفت جس کے دل و دماغ میں رچ بس جائے تو ایک اعلیٰ ترین حسب و نسب اور حسن والی دوشیزہ کیا کہ اس فانی

دنیا کی کوئی پرکشش چیز جو شریعت سے متصادم ہو اسے اپنی طرف مائل بھی کر نہ سکے گی۔ ایسے ہی پاکدامن و عقیف مسلمان کہ گناہ کے تمام وسائل و اسباب دستیاب ہونے کے باوجود بھی وہ گناہ سے اجتناب کرے کہ اللہ کے سامنے پیش ہو کر عمل بد کا وبال برداشت کرنا ہے۔ وہ بھی روز محشر کی تختیوں اور مصائبوں سے اللہ کے عرش و رحمت کے سایہ کے نیچے محفوظ رہے گا۔

انفاق فی سبیل اللہ:

وَرَجُلٌ تَصَدَّقُ فَاحْفَا حَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالَهُ مَا نَفَقَ يَمِينُهُ۔

انسان کو اللہ نے جو کچھ اس کی ملکیت میں دیا ہے انسان غلط فہمی کی بناء پر سمجھتا ہے کہ یہ اس کا حقیقی مالک ہے حالانکہ ان تمام اشیاء بلکہ انسان اپنے بدن کا بھی مالک حقیقی و خود مختار نہیں جب خود اپنے جسم کا بھی مالک نہیں تو پھر انسان کا مال کب اس کا ہوا۔ بلکہ یہ مال و دولت بھی اس کے ہاتھ میں امانت ہے جس میں وہ محض امین ہے کہ جہاں خدا کی اجازت ہو وہاں صرف کرنے کا اختیار ہے اور جہاں ممانعت ہے اس کو قطعاً صرف کرنے کا کوئی اختیار نہیں اس لئے اگر مال میں اللہ کی مرضی (یعنی احکام شرعیہ) کے خلاف تصرف کیا جائے تو وہ امانت میں خیانت اور خیانت کرنا سنگین جرم ہے۔

اب جب مال و دولت کا اصل وارث و مالک رب العالمین ہے تو اس نے اپنے نائب و خلیفہ انسان کو اس کے خرچ کے مختلف طریقے بھی ذکر فرمادیئے ان میں سے ایک طریقہ حاجتمندوں، فقراء، مساکین کی حوائج کو پورا کرنے کے لئے ان پر صدقہ یعنی خیر و خیرات بھی ہے کیونکہ ایک شخص کے حق میں دولت کے ارتکاز کا اسلام سخت مخالف ہے قرآن میں اور اسی طرح احادیث مقدسہ میں بے شمار مقامات پر ایسے لوگوں کی مذمت اور ان کے لئے قہر جہنم کے عذاب کا وعید کیا گیا ہے۔ جو صاحب ثروت ہوتے ہوئے بھی اپنے مال و زر پر سانپ کی طرح بیٹھ کر حاجت مندوں کی حاجت روائی تصدق کے ذریعہ نہ کریں اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لئے بے شمار اجر و مراتب کے ذکر پر قرآنی آیات اور نبوی اقوال مشتمل ہیں۔

ایک جگہ اور ارشاد باری ہے: **مَثَلُ الَّذِينَ يَسْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سَنَابِلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يَضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔**

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کے راستے میں ایک دانے کی طرح ہے کہ اس سے سات بالیں اگیں ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ اس سے بھی دگنا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اور اللہ کشاکش والا جاننے والا ہے۔

آیت کا مطلب صاف واضح ہے کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اس کو ایک روپے (مثلاً) خرچ

کرنے کے بدلے سات سو نیکیاں ملیں گی اور پھر صرف سات سو میں یہ اجر محدود نہیں بلکہ اللہ کی شان کریمانہ و رحمانہ کے تقاضا کے مطابق یہ عدد چودہ سو بھی ہو سکتا ہے۔

صدقات کی فضیلت کے بارہ میں رحمۃ اللعالمینؑ کے چند ارشادات بھی ذکر کر رہا ہوں۔

قال رسول اللہ ﷺ ان الصدقة لتطفی غضب الرب وتذفع ميتة السوء (احمد)
ترجمہ: صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو بجھاتا ہے اور بری حالت کی موت سے بچاتا ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ ما من يوم يصبح العباد فيه الاملکان ينزلان فيقول احدهما اللهم اعط متفقاً خلفاً ويقول الآخر اللهم اعط متفقاً تلفاً (بخاری و مسلم)

ترجمہ: روزانہ صبح کو دو فرشتے اترتے ہیں ایک یہ دعا دیتا ہے کہ الہی تو بخیر اور خرچ کرنے والے کے مال میں زیادتی اور برکت دے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہ دینے والے بخیل اور کنجوس کے مال میں کمی کر دے اور اسے برباد کر دے۔

قال رسول اللہ ﷺ تصدقوا فان الصدقة فكاكم من النار (ترغیب)
ترجمہ: صدقہ کیا کرو کیونکہ صدقہ تم کو دوزخ سے بچالے گا۔

احادیث کے ذخیرہ میں ایسے بیسیوں فرمودات میں اللہ کی راہ میں تصدق کرنے والوں کے درجات و ثمرات کا ذکر ہے ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے غربت اور فقر کے باوجود اپنے تھوڑے سے مال میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا اس کو امیر آدمی کے بہت سے مال سے بھی زیادہ ثواب ملے گا یہاں تک کہ مفلس محتاج کا ایک درہم امیر کے ایک لاکھ درہم سے بڑھ کر ثواب رکھتا ہے۔

لیکن تصدق پر درجات و اجور ملنے کے لئے سب سے اہم شرط یہ کہ تصدق خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو نہ اس لئے کہ لوگوں میں شہرت اور دکھلاوے کے لئے۔ جیسے کہ آج کل پہلے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں اگر کبھی دل میں خیال آ بھی جائے تو خواہش ہوتی ہے کہ فرض زکوٰۃ کی تقسیم کی بھی لوگوں، اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ میں خوب تشہیر ہو جائے۔ اخبارات میں بڑے بڑے عنوانات سے رقم دینے کا ذکر جمع تصاویر آجائے۔ فرض کی ادائیگی کے لئے بھی مجالس و محافل کا انعقاد کیا جائے۔ یہی حالت نفلی صدقات کی بھی ہے۔

نام و نمود اور ریاء کی مذمت:

ایسے نام و نمود و نمائش صدقات کی حقیقت خالق کائنات نے اس انداز میں ذکر فرمائی۔ یا ایہا الذین امنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالامن والاذی کالذی ینفق ماله رياء الناس ولا یؤمن بالله والیوم الآخر فمشلہ کم۱۱ صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا۔

لا یقدر و ن علی شیئی مما کمسوا واللہ لایہدی القوم الکافرین۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات اور احسان کو برباد نہ کرو جو شخص اپنا مال خرچ کرے ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور روز قیامت پر اس کی مثال ایسی ہے جیسا ایک چکن پتھر جس پر کچھ مٹی لگی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑے جو اس کو بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنے ہاتھ کی کمائی ذرا ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راستہ نہیں بتلاتے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کی رضا و خوشنودی کی خالص نیت کے سوا اتفاق اور خرچ کے جتنے بھی محرکات ہوتے ہیں ان سب کا مطلوب و مدعا ہیر پھیر کر غیر اللہ ہوتا ہے۔ خواہ اپنے نفس کی خوشی و خواہش یا نام و نمود اور عزت و شہرت، خواہ باب اقتدار کا زرد پاؤ اور ظاہر ہے اللہ اور روز قیامت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے مال خرچ کرنے کے اسباب یہ کچھ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک مخلص مسلمان کا ہر عبادت کی ادائیگی کے وقت یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ میرا ہر عمل روز قیامت رب العزت کے حضور پیش ہو کر اس پر نتیجہ ثواب کی صورت میں مرتب ہونا ہی ہے اور ایسے مخلص مسلمان کا ذکر رب تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا۔ وما تنفقون الا ابتغاء وجه اللہ

پس ایسا شخص بھی عرش کے سایہ میں جلوہ افروز ہوگا جو دائیں ہاتھ سے خرچ کر کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتا نہ کہ ہماری خیرات اور نیکی کی طرح کہ سارے محلہ و شہر میں ڈھنڈورا پیٹیں اور پھر صرف اس پر بھی قناعت نہیں کرتے بلکہ وقت بے وقت جس کے ساتھ معمولی احسان کیا جائے۔ کرتے تو خدا کی رضا آخرت کے ثواب کے لئے مگر جن کے ساتھ یہ سلوک و احسان کرتے ہیں کچھ نہ کچھ زبانی عملی ممنونیت اور شکرگزاری کی توقع قائم کر لیتے ہیں جس میں اگر ان سے کوتاہی ہوتی ہے تو برا مانتے ہیں۔ اور بسا اوقات ایسی صورت میں اپنا احسان جتلائے اور یاد دلانے پر بھی اڑتے ہیں جس سے سب کئے کرائے پر مٹی ڈال دی جاتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ کہ ہمارا نفس پوری طرح اپنے نفسیاتی جذبات سے پاک نہیں ہوتا کہ خدا و آخرت کے سوا کسی اور طرف کسی طرح کے اجر و ثواب کے لئے نظر اٹھی ہی نہیں جاسکتی اللہ کے نام پر تو وہ خیرات و صدقہ ہے کہ بالکل خفیہ ہو باقی رہائیت کا تعلق تو وہ اللہ کو معلوم ہوتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت:

بخاری شریف کی ایک روایت میں ایک نیک دل مسلمان کا ذکر ہے کہ جب اس نے اللہ کی راہ میں خفیہ اتفاق کے فضائل سے تو رات کی تاریکی میں اپنے آپ کو ڈھانپ کر ایک دیواری آڑ میں کھڑا ہوا کہ کوئی پہچانے بغیر کہ ہاتھ میں صدقہ کا مال تھما دوں۔ اتفاقاً وہاں سے ایک آدمی کا گزر ہوا۔ اندھیرے میں اس کے ہاتھ میں رقم تھما دی صبح لوگوں میں مشہور ہوا کہ رات ایک چور چوری کرنے جا رہا تھا کہ ایک بخی آدمی نے اسے بڑی دولت سے مالا مال کر دیا۔ صدقہ کرنے والا لوگوں کی یہ باتیں سن کر بہ نشان ہوا کہ اللہ بھی مسئلہ ہوا۔ خیرات بھی دے دی او

ابھی ایک چور کو دوسرے دن سوچا کہ مرد تو چور ہو سکتے ہیں عورتیں چوری نہیں کرتیں۔ رات ایک خفیہ مقام پر کھڑا ہوا کہ میں گزرنے والی ایک عورت کو اپنا خیراتی مال حوالہ کر دیا۔ صبح پھر شہر میں لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ فلاں زانیہ رات کہیں زنا کے ارادے سے جا رہی تھی کہ کسی نے بہت بڑی دولت اس کے حوالے کر دی یہ شخص پہلے سے بھی زیادہ یثاں ہوا کہ اب کیا کیا جاوے۔ خفیہ خیرات کرنے کی نیت ادائیگی کی تو وہ بھی ایک بدکار عورت کو۔ تیسری رات پھر کسی جہ میں اس نیت سے آیا کہ مسجد جیسی مقدس جگہ میں نہ چور کی موجودگی کا امکان ہے اور نہ تو زانیہ کی آمد کا۔ ایک شخص کو بھاد لیکھ کر اپنا صدقہ اسکے سپرد کر دیا۔ صبح ہوتے ہی شہر میں مشہور ہوا کہ رات فلاں نواب درخس کو مسجد میں کسی نے بہت مال دے دیا۔ انتہائی رنجیدہ و فکر مند ہوا کہ تین دفعہ صدقہ دیا۔ تینوں دفعہ بے جا مصرف اور مستحق و فقیر کو نہ پہنچا غیبی واز آئی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا صدقہ قبول ہو گیا۔ تم ثواب و اجر کے حقدار ہو۔ اللہ اپنے بندے کی و ملاص کو دیکھتا ہے۔ چور کے ہاتھ جب تمہاری دولت آئی۔ اس رات اس نے تیرے مال کی وجہ سے چوری نہ کی کہ ری کا مقصد حصول مال ہے اور وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ بدکارہ عورت دولت کی غرض سے زنا کرنے جا رہی تھی۔ جب ہارا دیا ہوا مال اسے ملا اس نے اس رات زنا کا ارادہ ترک کر دیا۔ گناہ سے بچ گئی۔ ایک غنی آدمی دولت مند شخص تھا۔ اس میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حوصلہ نہ تھا جب تمہاری طرف سے اسے دولت ملی۔ اسے بھی خیال آیا کہ جس خدا نے اس دینے والے کو مال و دولت دی ہے وہ تو اللہ کے نام پر دے رہا ہے جبکہ میں اللہ کی طرف سے دیئے ہوئے مال و کو اللہ کی راہ میں دینے سے کیوں کنارہ کر رہا ہوں۔ تمہیں دیکھتے ہوئے وہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر آمادہ ہوا۔

وصیئیت:

معلوم ہوا کہ دار و مدار نیت پر ہے۔ اور پھر ایک آدمی کے اخلاص عمل سے نہ صرف اس کا عمل قبول ہوا آخرت رہو گی بلکہ اس کے الٰہی عمل کی وجہ سے تین اور مسلمان بھی برائی سے رک گئے۔ یہی صورت صرف اتفاق فی سبیل اللہ نہیں بلکہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی پہلی روایت ”انما الاعمال بالنیات“ اور ”نکل حری مافوی“ کے مطابق تمام عبادات و اعمال صالح کی صحت و فساد کا انحصار نیت پر ہے۔ اگر کوئی عبادت خواہ زکوٰۃ حج اور زکوٰۃ ہو اللہ کی رضا کیلئے ہو اس پر جزا و ثواب کا اطلاق ہوگا۔ اور اگر دکھلاوے اور دنیاوی غرض کیلئے ہو تو رف صورت تو عبادت اور مطیع کی ہوئی خدا کی طرف سے آخرت میں اس پر کوئی اجر و ثواب کس حیثیت سے مل سکتا ہے؟ اللہ جل جلالہ ہم سب کو اپنے اعمال خالص اللہ کی رضا جوئی کیلئے ادا کرنے کی توفیق نصیب فرما کر روز حشر لے شدا ند سے بچنے کے اسباب و عوامل میسر فرما دیں۔